https://doi.org/10.58352/tis.v47i2.907

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
الثقافة الإسلامية
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709
SZIC

رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو ہدفِ تنقید بنانے کی استشراقی کاوشوں کا تنقیدی جائزہ

A CRITICAL ANALYSIS OF ORIENTALISTS' FRUITLESS EFFORTS TO CRITICIZE THE HOLY PROPHET MUHAMMAD (SAW)

Dr. Nisar Akhtar
Assistant Professor, Islamic Studies
Iqra University Main Campus, Karachi - Pakistan.
nisar.akhtar@iqra.edu.pk

Dr. Noor Wali Shah
Assistant Professor, Islamic Studies
NUML Islamabad
noor.walishah@numl.edu.pk

Waqar Ahmad
Ph.D. Scholar
Abdulwali Khan University, Mardan.

Abstract:
It is an established fact that Christians and Jews have never resisted an opportunity to oppose Islam, its followers, its mission and human resources. Ever since the inception of Islam, the non-believers; especially the West, have been with their daggers drawn at the progress of Islam. A span millennium has been the witness that Islam and the West were thought to be antagonists. Therefore, the anti-Islamic forces, especially the West, have not left any stone unturned to hinder the spread of Islam, and to accomplish their target they left no opportunity to go waste to molest Islam and above all to defame the personality of the holy Prophet Muhammad SAW. One of the causes that the Prophet Muhammad SAW remained the center of conspiracies by Christians and Jews was that he was a descendant from Bani Ismail, whereas, both the Christians and Jews were convinced that Prophet Hood be from Bani Israel. Thus racial prejudice played its role behind the scene. That's why, the Jews and other Orientalists have always tried to pick up points in the perfect personality of Prophet Muhammad SAW. For this purpose, they start studying Islamic teachings and the life of Prophet Muhammad SAW very minutely. They established such institutions on purpose that were de dictated to strengthen orientalism. The very purpose of molesting the perfect personality of Prophet Muhammad SAW was that if the very basis of Islam i.e. the personality of Prophet Muhammad SAW becomes controversial, the whole religion shall automatically become vulnerable to their conspiracies. However, their efforts have always ended in the smoke. This article recalls some of the well-known objections on the personality of Prophet Muhammad SAW by the Orientals and they have been addressed in the light of Quran. Hadith besides rationale.

Keywords: *Inception of Islam, Daggers, Span Millennium, Antagonists, Anti-Islamic Forces, Accomplish, Conspiracies, Racial Prejudice, Orientalists, Molesting, Controversial, Vulnerable, Conspiracies, Rationale.*

یہ کوئی نئی بات نہیں کہ یہود و نصاریٰ کی دشمنی دین اسلام، دین اسلام کے متبعین، دین اسلام کے ماخذ، دین اسلام کے رجال کار اور دین اسلام کے مشن سے ہر دور میں رہی، باری تعالیٰ بنی نوع انسان کی تخلیق سے کئی سو سال پہلے لوح محفوظ میں یہ حقیقت قلم بند کر چکے ہیں اور اسے لاریب کتاب کا حصہ بھی بنا چکے ہیں۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

{ لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا }[1]

ترجمہ: آپ ضرور بالضرور لوگوں میں مسلمانوں سے زیادہ سخت عداوت کرنے والے یہود اور مشرکین کو ہی پائیں گے۔

آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل جب دنیا کے افق پر جہالت وسفاہت کے بادل چھائے ہوئے تھے، چہار دانگ عالم میں کفر و شرک کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ ظلم واستبداد، بدکاری، جھوٹ فریب، دھوکہ دہی اور ہر قسم کی برائیوں سے انسانی معاشرہ آلودہ ہو چکا تھا۔ اطرافِ عالم میں انسانیت کی فلاح وبہبود اور درستگی واصلاح کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی تھی، آفاقِ عالم میں مایوسی وناامیدی کے بادل چھائے ہوئے تھے ۔انسان درندگی کی زندگی گزار رہا تھا۔ سالہاسال کی لڑائیاں اور جنگ وجدل اس کا محبوب مشغلہ بن چکا تھا۔ چھوٹی اور معمولی باتوں پر قتل وقتال ان کی عادت تھی جس کو شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

کبھی پانی پلانے پہ جھگڑا، کبھی گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
یونہی چلتی تھی تکرار اُن میں، یونہی چلتی تھی تلوار اُن میں

اسی اثناء میں ربِ کائنات خلاّقِ لم یزل کی رحمت جوش میں آئی۔ اور فاران کی چوٹیوں سے رشد وہدایت کا آفتاب وماہتاب نمودار ہوا، جس نے بنی نوع انسان کو تئیس سال کے قلیل عرصہ میں اس معراجِ ترقی پر پہنچایا کہ قیامت کی صبح تک انسانیت اس کی نظیر پیش کرنا محال ہے، وہ عظیم ہستی خاتم النبیین محبوب خدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نے دن رات کی انتھک محنت، کوششوں اور جدوجہد سے ایسے رجالِ کار تیار کیے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے قانونِ حیات کو اولاً اپنی حیات پر اور پھر روئے زمین پر نافذ کر کے بے مثال نمونہ پیش کیا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید ہر میدان میں ان کے ساتھ شاملِ حال ہوگئی۔ پھر وہ لوگ دنیا کے جس میدان میں بھی گئے کامیابی نے ان کے قدم چومے اور ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا، اور مسلمانوں نے نصف روئے زمین پر اس شان وشوکت اور دبدبہ کے ساتھ حکومت کی کہ کفر کی کسی طاقت کو ان کی مخالفت میں دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔

لیکن ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک کفریہ طاقتوں خصوصاً مغرب کے لیے اسلامی معاشرہ اور اسلام کی ترقی کو گوارا کرنا انتہائی مشکل تھا۔ ہزار سال سے بھی محیط ایک طویل دور گزرا ہے جب مغرب اور اسلام دونوں ایک دوسرے کے لیے عظیم خطرہ سمجھے جاتے تھے، اس خطرے کو روکنے اور اسلام کی بڑھتی ہوئی شان اور عظمت کو داغدار کرنے کے لیے کفر اور خاص طور پر مغرب نے ہر دور میں بے حد محنت اور کوشش کی۔ چونکہ اسلام کی اس بے مثال شان وشوکت اور عظمت کے بانی اور سرفہرست شخصیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے کفار اور اہلِ مغرب کو خاص طور سے ضد تھی، اس ضد کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ آپ بنو اسماعیل میں سے تھے اور اہل کتاب نبوت کو صرف بنی اسرائیل کی وراثت سمجھتے تھے، اس لیے شروع سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عیب ذات میں نقص اور خامیوں کی تلاش میں رہے۔ چنانچہ انھوں نے مختلف طریقوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو عیب دار کرنے کی کوشش کی، اس مقصد کے

حصول کے لیے انھوں نے اسلامی علوم اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار کا باریک بینی سے مطالعہ کرنا شروع کیا، جس کے لیے ایسے مستقل ادارے اور درس گاہیں قائم کی، جن کا مقصد صرف اور صرف تحریکِ استشراق کی بنیاد ڈالنا تھا، آپ ﷺ کی ذات کو عیب دار کرنے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ جب اصل اور ماوی و مرجع ہی قابل اعتبار نہ رہے گا تو یہ دین بھی بے اعتبار ہو جائے گا، تاہم کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ:

دشمن حسد کی آگ میں اکثر جلا کرے
وہ شمع کیا بجھے گی جسے روشن خدا کرے

تحریکِ استشراق کا آغاز دراصل دینِ اسلام کی ابتداء سے ہی ہو چکا تھا، کیونکہ قرونِ اولی کے دور سے ہی یہود اور دیگر کفار اسلام اور اسلامی احکامات پر اعتراض کرتے چلے آئے ہیں۔ البتہ یہ تحریک بغیر کسی نام اور شہرت کے صدیوں تک مصروفِ عمل رہی، تاہم باقاعدہ استشراق "Orientalism" کے نام سے اس کی ابتداء یورپین زبان میں اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ہوئی، اس تحریک کے دو ادوار مشہور ہیں:

(۱) پہلا دور قرون وسطی کے مستشرقین کا ہے جو پیغمبر ﷺ کو نعوذ باللہ جعل ساز، مکار، فریب اور جھوٹا نبی قرار دیتے ہیں، یہ دور پادری یوحنا دمشقی کا ہے جو کہ ۶۷۲ء سے ۷۴۹ء تک ہے۔

(۲) دوسرے دور کا آغاز انیسویں صدی کے وسط میں ہوتا ہے، اس دور میں آپ ﷺ کے اخلاص پر تو کسی قسم کا شک نہیں کیا گیا لیکن آپ ﷺ کے دعوائے نبوت کو معصومانہ وہم قرار دیا گیا اور اس کا تعلق کسی نوع کے نفسیاتی خلل سے قائم کر دیا گیا، اس دور کا آغاز تھامس کارلائل سے ہوا جس کا دورانیہ ۱۷۹۵ء سے ۱۸۸۱ء تک قرار دیا گیا ہے۔[۲]

ان دونوں ادوار کے مستشرقین نے آپ ﷺ کی ذات مبارکہ پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے تھے، تاہم ان میں سے دور اول کے مستشرقین کے اعتراضات در حقیقت اعتراضات نہیں بلکہ محض آپ ﷺ اور مسلمانوں سے ضد اور عناد پر مبنی الزامات اور واہیات ہیں، یہاں تک کہ دور جدید کے مستشرقین نے بھی ان پر دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے کہ محمد ﷺ جیسے شخص کے متعلق ایسی باتیں کرنا مناسب نہیں.

اسلامی تعلیمات اور حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کو نعوذ باللہ عیب دار کرنے کے لیے مستشرقین میں سب سے پہلے درج ذیل دو شخصوں نے قلم اٹھایا:

(۱) پہلی شخصیت گولڈ زیہر (Gold Zeiher) کی ہے، یہ شخص جرمن کا یہودی ہے، اس نے تمام اسلامی مآخذ کا مطالعہ کیا اور ۱۸۹۰ میں پہلی تحقیق شایع کی جس میں پورے اسلامی مآخذ کو مشکوک ٹھہرایا، اس کی سب سے اہم کتاب "دراسات اسلامیہ" کے نام سے ملتی ہے، جس کو پڑھ کر بعض اسلام کے نام لیوا بھی اپنی راہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

(۲) دوسری شخصیت جوزف شاخت (Joseph Schacht.) کی ہے جس نے سارے اسلامی علوم وفنون کا دقت نظری سے مطالعہ کیا، خاص طور پر "فقہ اسلامی" پر توجہ دیا اور مختلف چھوٹے بڑے رسالے لکھے۔ "بدایۃ الفقہ الاسلامی" اس کی ضخیم کتاب ہے جس میں اس نے سارے اسلامی مآخذ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔[۳]

نوٹ:

جیسا کہ ماقبل میں ذکر ہو چکا ہے کہ دور قدیم کے مستشرقین کے اعتراضات محض واہیات تھے جو ضد وعناد پر مبنی تھے اس لیے اس آرٹیکل میں ان سے سرف نظر کرتے ہوئے صرف دور جدید کے مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات ذکر کیے جائینگے۔

حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کیے گئے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ۔

دور جدید کے نامور مستشرقین کے نزدیک پیغمبر اسلام نہ تو اللہ کے مبعوث رسول ہے اور نہ ہی قرآن کوئی آسمانی کتاب ہے، بعض مستشرقین آپ ﷺ کو مخلص گردانتے ہوئے وحی کو خطائے حس قرار دیتے ہیں، ان کے بقول آپ نے کسی فرشتے کو نہیں دیکھا بلکہ مراقبوں کے کثرت کی وجہ سے آپ ﷺ وہم میں مبتلا ہو گئے، دور جدید کے مستشرقین کے ناموں میں قابل ذکر اسپرنگا، ولیم میور، صموئیل، مارگولیتھ اور واٹ کے نام ہیں۔

مذکورہ بالا اور دیگر مستشرقین نے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر درج ذیل پہلوؤں سے اعتراضات کیے ہیں:

۱) پیغمبر اسلام پر سخت دلی کا الزام۔
۲) سماجی مقام کم کرنے کی کوشش۔
۳) حضور اکرم ﷺ کو مرگی کا مرض لاحق ہونے کا الزام۔
۴) اپنی رسالت پر حضور اکرم ﷺ کے ایمان کو کمزور کرنے کی کوششیں۔
۵) حضور اکرم ﷺ پر شرک کا الزام۔
۶) حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و کردار پر حملے۔
۷) مسئلہ تعدّدِ ازواج اور مستشرقین۔
۸) حضور اکرم ﷺ پر تشدّد پسندی کا الزام۔
۹) اشاعتِ اسلام بزورِ شمشیر۔

اعتراض نمبر (۱): پیغمبر اسلام پر سخت دلی کا الزام۔

اسپرنگر نے آپ ﷺ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پیغبر اسلام انتہائی سخت دل تھے، انہوں نے بعض قبیلے کے لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں کھلے میدان میں دھوپ میں پھینک دیا اور وہ بھوکے پیاسے مر گئے۔[۴]

مذکورہ اعتراض کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ:

مستشرق مذکور کا یہ اعتراض محض غلط بیانی پر مبنی ہے، اس لئے کہ انہوں نے پوری صورتحال اور واقعہ کو بیان کرنے کے بجائے صرف اس کے ایک جز کو لے کر اعتراض کیا ہے، اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ افراد آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے، انہیں مدینہ منورہ کی آب وہوا راست نہیں آئی، وہ بیمار ہوئے اور ان کے پیٹ پھول گئے تو آپ ﷺ نے انہیں ایک چرواہے کے پاس بھیجا اور ان لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس چرواہے کے پاس موجود صدقہ کے اونٹوں کا دودھ پی لیں تا کہ انہیں شفاء حاصل ہو جائے، یہ افراد جب اس چرواہے کے پاس چلے گئے تو انہوں نے ان اونٹوں کا دودھ پیا اور جب صحت یاب ہو گئے تو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا، اور صدقہ کے اونٹ لے کر فرار ہو گئے، اور اسلام سے مرتد ہو گئے، آپ ﷺ کو جب اس واقعے کا پتہ چلا تو انتہائی تکلیف ہوئی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ان کے پیچھے لگایا، صحابہ کرام ان افراد کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے،[۵] اس

موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۳۳)[۶]

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے، یا سولی پر چڑھا دیا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا انہیں زمین سے دور کیا جائے، یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کیلئے زبردست عذاب ہے۔[۷]

اس آیت کے تناظر میں آپ ﷺ نے ان کیلئے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کی سزا تجویز فرمائی، کیونکہ ان کے جرم کی نوعیت ایسی تھی کہ اس میں کسی صورت بھی نرمی ممکن نہیں تھی، کیوں کہ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ رحم کا معاملہ فرماتے ہوئے ان کے علاج و معالجہ کا انتظام کروایا اور انہوں نے اس کے بدلے چرواہے کو قتل کیا اور صدقہ کے اونٹ ہنکا کر لے گئے۔[۸]

اب اگر اس واقعہ پر نظر ڈالا جائے تو آپ ﷺ کا ان افراد کو یہ سزا دینا عین انصاف ہے نہ کہ آپ سخت دل تھے بلکہ یہ تو قرآن مجید کا بھی حکم ہے کہ مظلوم کو کامل انصاف فراہم کیا جائے۔

اعتراض نمبر (۲): سماجی مقام کم کرنے کی کوشش۔

حضور اکرم ﷺ کے سماجی مقام کو کم کرنے کے لیے مستشرقین نے کہا کہ خاندانِ بنو ہاشم عرب میں کوئی خاص حیثیت کے حامل نہیں تھے، بلکہ دوسرے بعض قبائل سیاسی اور معاشی طور پر زیادہ مضبوط اور اہمیت رکھنے والے تھے۔[۹]

اپنے اس دعوی کی دلیل میں انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور اکرم ﷺ کے دودھ پلانے کے لیے بھیجنے کے قصہ کو بھی پیش کیا ہے کہ غربت کی بناء پر دودھ پلانے کے لیے باہر بھیجا گیا۔

مذکورہ اعتراض کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ:

عرب میں تین چیزوں کو باعثِ جاہ وعظمت اور لائق فخر سمجھا جاتا تھا:

۱۔ شجاعت ۲۔ سخاوت ۳۔ بیت اللہ شریف کا متولی ہونا۔

قبیلہ بنو ہاشم کو یہ تینوں چیزیں بدرجۂ اتم حاصل ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں بہت شان وشوکت اور عظمت حاصل تھی۔ دیگر قبائل بھی بخوبی سمجھتے تھے کہ بنو ہاشم عزت و مرتبہ میں کسی سے کم نہیں۔ جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ جب غزوۂ بدر کے موقع پر ابو جہل نے اپنی طرف سے تین افراد عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو لڑائی کے لیے بھیجا تو عتبہ نے کہا ہم اپنے مقابل کے لوگوں سے لڑائی لڑیں گے۔ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے مقابلہ کرنا ہماری شان نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے مقابلے میں خاندانِ بنو ہاشم کے تین نوجوان حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث کو مقابلے کے لیے بھیجا، ان تینوں حضرات کا جب تعارف کروایا گیا تو عتبہ نے کہا کہ ہاں یہ لوگ ہمارے ہم پلہ ہیں۔ پھر مقابلہ شروع ہوا اور بنو ہاشم غالب آگئے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جب ہرقل نے ابوسفیان سے حضور اکرم ﷺ کے خاندان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ عزت والا خاندان ہے اور محمد قریش کے عالی خاندان اور نسب کا آدمی ہے۔[11] نیز آپ کے قبیلہ کو بیت اللہ کے متولی ہونے کی وجہ سے تمام عرب میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کو تجارت کے سلسلہ میں سفر درپیش ہوتا تو راستے میں ڈاکو ان کو کچھ نہیں کہتے تھے۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ مستشرقین کا یہ اعتراض افتراء اور جھوٹ پر مبنی ہے، جہاں تک مالداری کی بات ہے تو عربوں کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت کی نہیں تھی۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ بنو ہاشم غریب خاندان نہیں تھا، بلکہ وہ مال داری کے اعتبار سے متوسط درجہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

قصہ رُضاعت کا جواب:

جہاں تک رُضاعت کا واقعہ ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اپنے بچوں کو دیہاتوں میں دودھ پلانے کا معمول عرب میں معزز اور عظمت والے گھرانوں کی عادت تھی۔ اور یہ عمل باعثِ عزت سمجھا جاتا تھا۔ ایک عام عقل و فہم کا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہر بچے کی والدہ خود یہ کام بغیر کسی خرچ کے کر سکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ ماں کی بے پناہ محبت کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے کہ ماں خود دودھ پلائے۔ لیکن ان سب کے باوجود بچے کو باہر دیہات میں بھیجنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ عرب کے معزز خاندانوں کا طرز عمل رہا ہے۔

اعتراض نمبر (۳) حضور اکرم ﷺ کو مرگی کا مرض لاحق ہونے کا الزام

مستشرقین نے تیسرا اعتراض حضور اکرم ﷺ کی مبارک ذات پر یہ کیا ہے کہ آپ ﷺ کو مرگی کا مرض لاحق تھا ، قائلین نے اس اعتراض کی بنیاد درج ذیل واقعات کو بنایا:[11]

I. آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل حضرتِ آمنہ بعض اوقات دیکھتی کہ بادل ان پر سایہ فگن ہے، کبھی کنویں کا پانی اوپر آتا ہوا نظر آتا اور اس طرح کے دیگر واقعات وغیرہ۔ مستشرقین کا کہنا ہے کہ یہ مرگی کی بیماری کا اثر تھا اور یہی مرض حضور اکرم ﷺ کی طرف منتقل ہوا۔

II. جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور آپ پر شدید بوجھ طاری ہوتا۔ مستشرقین کا کہنا ہے کہ یہ بھی
مرگی کے مرض کے اثرات تھے۔

مذکورہ اعتراض کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ:

۱) اس اعتراض کا پہلا جواب یہ ہے کہ اہل طب کے ہاں مرگی کے مرض کے تین علامات ہیں۔

(۱) عقل کا ماؤف ہو جانا (۲) جسم کا پھڑ پھڑانا (۳) اعضائے تنفس کا بند ہو جانا۔

چنانچہ چیمبرز انسائیکلو پیڈیا میں ذکر ہے کہ:

"طب جدید میں مرگی وہ مرض ہے کہ اچانک بیہوشی طاری ہو اور اعصابِ تنفس اور سانس لینے کے منفذ بند ہونے سے اعصاب بلا اختیار پھڑکنے لگیں"[12]

جبکہ مذکورہ بالا واقعات میں ان تین علامات میں سے کوئی علامت نہیں پائی جارہی۔ نیز جو صحت، تندرستی اور عافیت والی زندگی حضور اکرم ﷺ نے گزاری ہے، اس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے اور اس کا اقرار خود مستشرقین بھی کر چکے ہیں۔ اس لیے ان واقعات کو مرگی کا اثر قرار دینا درست نہیں۔

۲) بعض مستشرقین بھی اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو یہ مرض لاحق نہیں تھا۔ چنانچہ مغرب سے تعلق رکھنے والے مشہور مستشرق مورخ گبن (Gibbon) اس اعتراض سے متعلق رقمطراز ہے کہ:

"تریسٹھ سال کی عمر تک محمد (ﷺ) کی قوت اس کے فریضۂ حیات کی جسمانی اور روحانی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے قابل تھی۔ آپ کی مرگی کے دورے جو یونانیوں کی ایک غیر معقول تہمت ہے، وہ ان کے لیے نفرت کے جذبات پیدا کرنے کے بجائے انتہائی ترحم کے جذبات پیدا کرے گی۔"[۱۳]

اسی طرح ایک اور مستشرق اے ڈرمنگھم اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہے:

محمد (ﷺ) اس اعتبار سے دنیا کے واحد پیغمبر ہیں جن کی زندگی کھلی کتاب کی مانند ہے، ان کی زندگی کا کوئی گوشہ چھپا ہوا نہیں، بلکہ منور اور روشن ہے۔ عقلِ سلیم سے عاری انسان ہی محمد (ﷺ) پر کسی بھی ذہنی بیماری کا الزام عائد کر سکتا ہے۔ یہاں موازنہ نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ عہد نامہ قدیم کے پیغمبر کتنے جلالی تھے اور مغلوب الغضب۔ اور تو اور عہد جدید میں حضرت مسیح علیہ السلام جیسے نرم دل اور حلیم کو بھی ہم غصے اور طیش سے مغلوب ہوتے دیکھتے ہیں اور ایسی زبان بولتے ہیں جو (نعوذباللہ) شائستہ قرار نہیں دی جاسکتی۔ کیا محمد (ﷺ) کا بڑے سے بڑا معترض کوئی ایسا واقعہ پیش کر سکتا ہے کہ جس میں آپ نے اپنے اوپر طیش اور غصے کو غالب کر لیا ہو۔ ان کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے ان کی جسمانی یا ذہنی صحت کے علیل ہونے کا سراغ ملتا ہو، ان کی جسمانی اور ذہنی صحت قابلِ رشک تھی۔"[۱۴]

اعتراض نمبر (۴) اپنی رسالت پر حضور اکرم ﷺ کے ایمان کو کمزور ثابت کرنا۔

مستشرقین نے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر چوتھا اعتراض یہ کیا ہے کہ آپ ﷺ کا اپنی رسالت پر پختہ ایمان نہیں تھا، جیسے ایک نبی کا اپنی نبوت پر ایمان ہونا چاہیئے۔ اس دعوی کے دلائل میں انھوں نے درج ذیل واقعات بیان کئے:

واقعہ نمبر (۱):

جب حضور اکرم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ انتہائی گھبراہٹ اور پریشانی کی حالت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا "مجھے چادر اوڑھا دو"۔ مستشرقین کا کہنا ہے کہ اگر آپ ﷺ کو اپنی رسالت پر یقین ہوتا تو یہ پریشانی طاری نہ ہوتی۔

واقعہ نمبر (۲):

فترتِ وحی کے زمانہ میں آپ ﷺ پر سخت اضطرابی کیفیت طاری تھی۔ آپ ﷺ اس قدر پریشان تھے کہ (بخاری شریف کی روایت کے مطابق) آپ ﷺ کا کبھی دل کرتا کہ پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کر دوں۔

مذکورہ اعتراض کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ:

مستشرقین کا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد اور بلا دلیل ہے۔ مذکورہ بالا واقعات سے اس پر استدلال کرنا درست نہیں۔ کیونکہ ان دونوں واقعات میں سے پہلے واقعہ میں آپ ﷺ کی غیر اختیاری کیفیت بیان کی گئی ہے۔ جب کسی انسان کے ساتھ اچانک اس طرح کا واقعہ پیش آتا ہے تو پریشان ہونا انسانی فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے۔ لہذا غیر اختیاری کیفیت کو بنیاد بنا کر حضور اکرم ﷺ کا اپنی رسالت و نبوت پر ایمان کمزور ثابت کرنا غلط ہے۔

بخاری شریف کی روایت کا جواب:

جہاں تک بخاری شریف کی روایت کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ بخاری شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ صرف ایک روایت میں پہاڑ سے گرانے کا ذکر ہے جو معمر نے امام زہریؒ سے نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور روایت میں یہ الفاظ مذکور نہیں۔ نیز امام زہریؒ نے بھی اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے "فیما بلغنا" کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں[15]، حافظ ابن حجر اس عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

ثم ان القائل فيما بلغنا هو الزهري ومعنى الكلام أن في جملة ما وصل إلينا من خبر رسول الله صلى الله عليه و سلم في هذه القصة وهو من بلاغات الزهري وليس موصولا[16]

امام ابن حجر العسقلانی کے مطابق اس روایت میں فیما بلغنا کے الفاظ امام زہری کے ہے، یعنی یہ بات کہ "وحی کے نزول میں وقفہ آنے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانا چاہا" اس روایت میں حدیث کی راویہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول نہیں ہے بلکہ امام زہری رحمہ اللہ کا مقولہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ اس روایت کے علاوہ امام زہری کے دیگر روایات میں یہ الفاظ نہیں ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ امام زہریؒ کی روایات میں تعارض ہے۔ اور محدثین کا اصول ہے کہ تعارض کے وقت حدیثِ مرفوع کو ترجیح ہوتی ہے۔ اور مرفوع روایات میں ان الفاظ کا اضافہ نہیں ہے، لہذا پہاڑ سے گرانے والی روایت مرجوح اور دیگر روایات راجح ہیں۔ خصوصاً جبکہ یہ روایت عصمتِ انبیاء کے مسلمہ عقیدے کے بھی خلاف ہے۔

اعتراض نمبر (۵) حضور اکرم ﷺ پر شرک کا الزام

مستشرقین نے حضور اکرم ﷺ پر ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے توحید کی دعوت تو دی لیکن بعض مشرکانہ رسوم کو برقرار رکھا۔ ان مستشرقین نے حج جیسی عظیم عبادت کو مشرکانہ رسوم قرار دیتے ہوئے کہا کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے بعض مشرکانہ رسوم کو بدستور جاری رکھا۔[17]

مذکورہ اعتراض کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ:

حج جیسی عظیم عبادت کو مشرکانہ رسوم کہنا مستشرقین کی انوکھی اختراع ہے۔ اس لیے کہ حج کو صرف اسلام یا حضور اکرم ﷺ نے مشروع قرار نہیں دیا بلکہ سابقہ ادیان میں بھی حج کی ادائیگی کا حکم تھا۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیت اللہ شریف کی تعمیر کا حکم دیا تھا، لہذا یہ کہنا کہ حج جاہلیت کی رسم تھی جس کو حضور اکرم ﷺ نے برقرار رکھا، درست نہیں۔

اعتراض نمبر (۶) حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و کردار پر حملے

حضور اکرم ﷺ کی زندگی اگرچہ تمام عیوب سے پاک صاف اور منزہ تھی، لیکن حسد و بغض سے لبریز مستشرقین نے آپ ﷺ کی زندگی کا اس قدر گہرائی سے مطالعہ کیا کہ جہاں کہیں بھی ان کو اپنے ناقص اور خراب عقل کے مطابق کوئی چیز معیوب نظر آئی تو اسے خوب اچھالا اور حضور اکرم ﷺ کی مبارک ذات کو عیب دار کرنے کی کوشش کی، لہذا آپ ﷺ کے اخلاق کو عیب دار ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے اس واقعہ کو دلیل بنایا جب آپ ﷺ نے عبد اللہ بن جحشؓ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس لشکر سے اشہر حرم میں ایک آدمی قتل ہو گیا تھا، اس واقعہ سے متعلق ٹارنڈرائے کہتے ہے کہ:

"عبد اللہ بن جحش کو ایک کام پر ابھارا اور جب قتل ہو گیا تو خود بری الذمہ ہو گئے اور ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا"[۱۸]

مذکورہ اعتراض کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ:

اس واقعہ کو بیان کرنے میں مستشرقین نے انتہائی دجل سے کام لیا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۲ ہجری میں حضور اکرم ﷺ نے عبد اللہ بن جحشؓ کو ایک خط دیا اور فرمایا کہ مدینہ سے مکہ کی طرف دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد وادی ملل پہنچ کر یہ خط کھول کر پڑھنا۔ اس مقام تک پہنچنے کے بعد جب خط کھولا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ جب تم نخلہ کے مقام پر پہنچو تو ٹھر جاؤ اور قبیلہ قریش کی جاسوسی کرو۔ جب عبد اللہ بن جحش حسب ہدایت وادی نخلہ پہنچے تو وہاں سے عمرو بن حضرمی کی قیادت میں ایک تجارتی قافلے کا گزر ہو رہا تھا، مسلمانوں کو کفار کے مظالم یاد آگئے اور حملہ کرنے کا سوچنے لگے لیکن اشہر حرم کی وجہ سے تردد میں پڑ گئے، اس لیے حملے کا ارادہ تو ختم کر دیا لیکن ایک صحابی نے تیر مار کر عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا اور دو آدمیوں کو قیدی بنا لیا۔ (یہ واقعہ ۲۹ جمادی الثانی کی شام کو واقع ہوا، لیکن اس شخص کے قتل ہوتے ہی رجب کا چاند نظر آگیا، اس پر مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے خلاف ایک طوفان مچا دیا کہ یہ لوگ حرمت والے مہینوں کا بھی پاس نہیں کر رہے ہیں) جب آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے اس معاملے سے متعلق تحقیق کی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اسے جمادی الثانی میں قتل کیا ہے جبکہ مشرکین کا یہ دعوی تھا کہ انہوں نے رجب کی پہلی شب کو قتل کیا ہے۔[۱۹] اس موقع پر اللہ تعالی نے قرآن مقدس کی یہ آیات اتاریں:

{يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ}[۲۰]

ترجمہ: (اے پیغمبر) لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اس کے خلاف کفر کی روش اختیار کرنا، مسجد حرام پر بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین چیز ہے۔[۲۱]

اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی، حضور اکرم ﷺ نے مال غنیمت کا خمس بھی ان کا قبول فرما لیا۔ اس واقعہ کو کس طرح بگاڑ کر مستشرقین نے پیش کیا اور حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

اعتراض نمبر (۷) مسئلہ تعدّدِ ازواج اور مستشرقین

مستشرقین اور اہل مغرب نے حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر تعدّد ازواج کا بہت بڑا اعتراض کیا ہے، اس اعتراض کو انہوں نے بہت زیادہ اچھالا اور کہا کہ محمد (ﷺ) نے نو شادیاں اور دو باندیاں اپنے پاس آخر عمر تک رکھی۔ اس سے وہ آپ کے جنسی پہلو اور شہوت رانی کو نمایاں کرنا چاہتے ہیں۔[۲۲]

مذکورہ اعتراض کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ:

مذکورہ اعتراض کا شافی اور کافی جواب کے لیے تین مقدمات قائم کیے گئے ہیں، جن سے مستشرقین کے اعتراض کی قلعی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

مقدمہ نمبر(۱):

تاریخ انسانی میں یہ بات طے ہے کہ زیادہ عورتوں سے شادی کرنا عرفاً اور عقلاً معیوب یا انسانی مروت کے خلاف نہیں۔یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ میں سینکڑوں حضرات ایسے گزرے ہیں جنھوں نے ایک وقت میں کئی کئی عورتوں سے شادی کی۔ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں، چنانچہ بائبل میں مذکور ہے کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں، حضرت یعقوبؑ کی بھی چار بیویاں، حضرت داؤدؑ کی نو بیویاں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی روایات کے مطابق سات سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں"۔اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرنا نبوت اور عصمت کے منافی نہیں۔

مقدمہ نمبر(۲):

دوسرا مقدمہ سات جزئیات پر مشتمل ہے اور حضور اکرم ﷺ کی ذات سے متعلق ہے، درج ذیل ہے:

i. حضور اکرم ﷺ نے پچیس سال تک کوئی شادی نہیں کی اور اس پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزاری کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

ii. آپ ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں چالیس (۴۰) سالہ عورت سے شادی کی جو دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھی اور دونوں خاوندوں سے صاحبِ اولاد تھی۔

iii. پچاس سال کی عمر تک اسی بیوہ خاتون کے ساتھ زندگی گزاری، نیز اس پچیس سال کے زمانہ میں کئی کئی دن کا توشہ ساتھ لے کر غاروں میں چلے جاتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی میں مشغول رہتے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس ہستی کو عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں۔

iv. پچاس سال کی عمر میں پہلی بیوی کے وفات پانے کے بعد ایک سن رسیدہ عورت حضرت سوداء بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو کہ معمر اور بیوہ خاتون تھی۔ یہ بھی تین سال تک حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں اکیلی ہی رہی۔ الغرض عمر مبارک کے ترپن سال تک آپ ﷺ کے نکاح میں ایک ہی زوجہ مطہرہ رہی۔

v. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا تمام زوجات بیوہ تھیں۔

vi. متعدد زوجات سے نکاح کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا کہ "**مالی فی النساء حاجة**" یعنی مجھے عورتوں سے کیا حاجت؟ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے تمام نکاح کسی ضرورت و مصلحت کی بناء پر کیے۔

vii. المعجم الأوسط کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو چالیس (جنتی) مردوں جتنی طاقت عطا کی گئی تھی۔ چنانچہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده عن النبي قال : أعطیت قوة أربعین في البطش والنكاح:)[۲۳]

سنن دارمی کی ایک روایت میں میں آیا ہے کہ ایک جنتی مرد کو سو (۱۰۰) دنیاوی مردوں جتنی طاقت دی گئی ہے، روایت یہ ہے:

عن ثمامة بن عقبة المحاربي قال سمعت زيد بن أرقم يقول قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : ان الرجل من أهل الجنة ليعطي قوة مائة رجل في الأكل والشرب والجماع والشهوة-[۲۴]

اس حساب سے حضور اکرم ﷺ میں چار ہزار (۴۰۰۰) دنیاوی مردوں جتنی طاقت تھی۔ شیخ الاسلام عامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تفسیر عثمانی میں فرماتے ہیں کہ

"واضح رہے کہ یہ اس اکمل البشر کی سیرت کا ذکر ہے جس نے خود اپنی نسبت فرمایا کہ مجھ کو جو جسمانی قوت عطا ہوئی ہے وہ اہل جنت میں سے چالیس مردوں کے برابر ہے جن میں سے ایک مرد کی قوت سو مردوں کے برابر ہو گی، گویا اس حساب سے دنیا کے چار ہزار مردوں کی قوت حضور کو عطا فرمائی گئی تھی، اور بے شک دنیا کے اکمل ترین بشر کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں ایسے ہی اعلی اور اکمل پیمانہ پر ہونی چاہیے۔ اس حساب سے اگر فرض کیجئے کہ چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں تو آپ کی قوت کے اعتبار سے اس درجہ میں شمار کیا جاسکتا تھا جیسے ایک مرد ایک عورت سے نکاح کر لے"[۲۵]

لیکن اس کے باوجود صرف نو بیویاں (جن میں صرف ایک کنواری تھی) اور دو باندیاں اپنے پاس رکھی۔ مذکورہ صورتحال کی روشنی میں کیا کوئی عقلِ سلیم کا حامل شخص ایسے عبقری اور پاکدامن انسان کے بارے میں نفس کا بندہ ہونے کا گمان کر سکتا ہے؟

مقدمہ نمبر (۳):

حضور اکرم ﷺ نے جتنی شادیاں کی، وہ تمام اللہ تعالیٰ کے حکم پر اور کسی نہ کسی مقصد اور حکمت کی بناء پر کی۔ جس کے فوائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کردہ واقعات سے معلوم ہوتے ہیں، جن کو اصحابِ سیرت و تاریخ نے ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے زیادہ تر نکاح چار مقاصد کی بناء پر کیے:

(الف)۔ تعلیمی مقاصد:

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے۔ اس میں تمام انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کا خزانہ موجود ہے۔ عورتوں سے متعلق پاکی اور ناپاکی کے مسائل اور دیگر ضروری امور کو ایک عورت ہی صحیح طریقہ سے سمجھ کر آگے دوسری عورتوں تک پہنچا سکتی ہے، اس لیے آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کم عمری میں نکاح کیا۔ تاکہ دین کے مسائل کو اچھی طرح سمجھ کر اور ذہن نشین کر کے تبلیغ دین کا ذریعہ بن سکیں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بڑے بڑے صحابہؓ تشریف لاتے اور مسائل پوچھتے تھے۔

(ب)۔ تشریعی مقاصد:

شریعت کے تمام قوانین پر عمل کر کے امت کو سبق دینا اور زمانہ جاہلیت کی رسوم و رواج کو ختم کرنا آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں داخل تھا۔ حضور اکرم ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا مقصد زمانہ جاہلیت کی رسم اور باطل نظریے کو ختم کرنا تھا۔ وہ یہ کہ جاہلیت میں لوگ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے اور اس کی بیوی سے نکاح کرنے کو حرام خیال کرتے تھے۔ اس رسم کو ختم کرنے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ کی بیوی سے نکاح کیا۔

(ج)۔ سماجی مقاصد:

حضور اکرم ﷺ نے بعض نکاح اپنے جانثار صحابہؓ کی دلجوئی اور حسنِ معاشرت کی مثال قائم کرنے کے لیے کیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے نکاح میں اپنی صاحبزادیاں دی۔ اسی طرح حضور ﷺ نے جب اپنے رفیقِ غار کی صاحبزادی حضرت

عائشہؓ سے نکاح کیا تو اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئی۔ حضرت عمرؓ اس وقت پریشان تھے، تو آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لیے حضرت حفصہؓ سے نکاح کیا۔

(د)۔ سیاسی مقاصد:

قبیلہ بنو مصطلق اسلام کا دشمن قبیلہ تھا۔ جب ان سے جنگ ہوئی تو اس قبیلے کے سردار حیی بن اخطب کی صاحبزادی حضرت جویریہؓ بھی گرفتار ہو کر آئی۔ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ نکاح کرنے کا اتنا فائدہ ہوا کہ اس قبیلے کے سو سے زیادہ افراد صحابہ کرامؓ نے آزاد کئے۔ جس سے اس قبیلے کی اسلام دشمنی کا زور ٹوٹ گیا اور بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

اعتراض نمبر(۸) حضور اکرم ﷺ پر تشدّد پسندی کا الزام

مستشرقین نے حضور اکرم ﷺ پر آٹھواں اعتراض تشدد پسندی کا کیا ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد انھوں نے دو چیزوں کو قرار دیا۔

ا۔ حضور اکرم ﷺ کا اعلان جہاد اور اس کی اجازت دینا۔

۲۔ کعب بن اشرف کا قتل اور مدینہ منورہ سے یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کا اخراج۔[۲۶]

مذکورہ اعتراض کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ:

جواب نمبر(۱):

حضور اکرم ﷺ کا اعلانِ جہاد کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادے سے تھا۔ اس اعتراض کے جواب کے لیے چار باتیں ذہن نشین رکھنا ضروری ہے:

i. تیرہ سالہ مکی زندگی میں کفار کے انتہائی ظلم و تشدد کے باوجود حضور اکرم ﷺ نے اعلان جہاد نہیں کیا۔

ii. تین سال تک آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا، لیکن اعلان جہاد نہ کیا۔

iii. بعض بہادر اور جرّی صحابہ کرامؓ جیسے حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ سے کفار سے بدلہ لینے کی اجازت مانگتے تو آپ ﷺ انہیں منع کرتے اور فرماتے مجھے جہاد کی اجازت نہیں دی گئی۔

iv. جب حضور اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آگئے تو کفار نے پھر بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا، بلکہ آپ کے سر مبارک کی بہت بڑی قیمت لگائی اور مختلف قبائل کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے اُبھارا۔

مذکورہ بالا امور کے بعد اللہ رب العزت کی طرف سے باقاعدہ جہاد کی اجازت ملی، قرآن مقدّس میں جہاد کی اجازت سے متعلق جو سب سے پہلی آیتِ مبارکہ نازل ہوئی اس میں کفار کے ظلم و ستم کو جہاد کے اجازت کی علت قرار دی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا}[۲۷]

ترجمہ: جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے ان کو اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ ان سے لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا۔

جواب نمبر(۲)

جہاں تک کعب بن اشرف کو قتل کرنے اور مدینہ منورہ سے مختلف قبائل کو نکالنے کا تعلق ہے تو اس کی کچھ وجوہات تھیں جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ کعب بن اشرف کا قتل:

اس کا ٹھکانہ مدینہ کے قریب تھا، یہ انتہائی شاطر اور دشمنِ اسلام شخص تھا۔ جب اس کو بدر میں کفارِ مکہ کے شکست کی خبر ہوئی تو اس کے سینے میں آگ بھڑک اٹھی اور یہ آگ بگولا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی شان میں گستاخانہ اشعار کہنا شروع کیے ۔اس کا سینہ پھر بھی ٹھنڈا نہ ہوا۔ یہ کفارِ مکہ کے پاس گیا اور بدر میں مارے جانے والے کفار کا تذکرہ اور مسلمانوں کے خلاف نفرت آمیز اشعار کہہ کر کفار کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے لگا۔ نیز کفار کے دین کو سچا ثابت کرنے اور اسلام کو نعوذ باللہ جھوٹا مذہب ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کی کوششیں کرتا تھا۔ اس کی ان تمام حرکات سے تنگ آکر حضور اکرم ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔[۲۸]

۲۔ بنو قینقاع:

ہجرتِ مدینہ کے وقت جن قبائل سے حضور اکرم ﷺ نے معاہدات کیے تھے، ان میں ایک قبیلہ بنو قینقاع تھا۔ غزوہ بدر کے بعد اس قبیلہ کی طرف سے درج ذیل امور پیش آئے جن کی بنیاد پر ان کے خلاف چڑھائی کی گئی:

i. ایک برقع پوش عرب عورت یہودیوں کے بازار میں آئی، دکانداروں نے شرارت کی اور اس عورت کو ننگا کر دیا اس پر تمام یہودی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے، عورت چلائی تو ایک عربی آیا اور دکان دار کو قتل کر دیا، اس پر یہودیوں اور عربوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو سمجھانے کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس پر بنو قینقاع کے یہودی بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ جنگِ بدر کی فتح سے آپ مغرور نہ ہو جائیں، مکہ والے جنگ کے معاملہ میں بے ڈھنگے تھے اس لیے آپ نے ان کو مار لیا، اگر ہم سے آپ کا سابقہ پڑا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جنگ کس چیز کا نام ہے؟ اور لڑنے والے کیسے ہوتے ہیں؟

ii. جب انھوں نے علی الاعلان معاہدہ ختم کر دیا تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے خلاف چڑھائی کی اور محاصرہ کیا۔ چند دن تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر کار یہ لوگ مدینہ منورہ سے نکلنے پر راضی ہو گئے۔ اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ کی شانِ کریمی نے ان کو کچھ نہ کہا اور خاموشی سے مدینہ سے باہر جانے دیا۔[۲۹]

۳۔ بنو نضیر:

اس قبیلے سے بھی مسلمانوں کا معاہدہ تھا، غزوہ بدر کے بعد ان پر تین وجوہات کی بناء پر چڑھائی کی گئی:

i. انھوں نے خفیہ طور پر معاہدہ ختم کر دیا تھا اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔

ii. ایک مرتبہ انھوں نے حضور اکرم ﷺ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دعوت کی۔ ساتھ ہی یہ منصوبہ بنایا کہ جیسے ہی حضور تشریف رکھیں گے تو دو آدمی اوپر سے ایک بڑا پتھر گرا کر آپ ﷺ کو شہید کر دیں۔ حضور اکرم ﷺ ان کی دعوت پر تشریف لے گئے تو ان کی اس غداری کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو کر دی۔ آپ ﷺ دعوت کھائے بغیر ہی واپس تشریف لے گئے۔

iii. ایک مرتبہ کسی مسئلہ کے متعلق انھوں نے آپ ﷺ سے یہ بات کی کہ ہمارے اور تمھارے تین تین آدمی بیٹھ کر جو فیصلہ کر دیں ہمیں قبول ہے۔ اس وقت انھوں نے یہ سازش کی کہ جو تین آدمی ان کی طرف سے تھے ان کے پاس چھریاں اور خنجر تھے تاکہ

موقع پا کر نعوذ باللہ آپ ﷺ کو شہید کر دیں۔ اس واقعہ کی اطلاع بھی ایک مسلمان جو ان میں موجود تھا، نے کر دی تھی۔ جس کی بناء پر آپ ﷺ اٹھ کر واپس تشریف لے گئے اور ان کے خلاف چڑھائی کا حکم دیا۔[30]

بنو قریظہ:

اس قبیلہ کے ساتھ بھی مسلمانوں کا معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف کسی دشمن کا ساتھ دیں گے۔ جب قریش دس ہزار کا وفد لیکر مدینہ منورہ پر حملہ کیلئے آئے تو بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ سے عہد توڑ کر قریش کے ساتھ مل گئے، اللہ عزوجل نے جب جنگ احزاب میں قریش اور تمام احزاب کو شکست دی تو بنو قریظہ قلعوں میں گھس گئے۔

جنگ احزاب کے بعد آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے فرمان پر "کہ اللہ تعالی نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا ہے اور میں خود بنی قریظہ کی طرف جا رہا ہوں اور ان کو جا کر متزلزل کرتا ہوں" خود بنفس نفیس روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر بنو قریظہ کا محاصرہ کیا، ان کا پچیس دن تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر کار خود ان کی تجویز پر حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ کے مطابق ان کے جوانوں کو قتل کیا گیا، ان کی عورتوں کو باندیاں اور بچوں کو غلام بنایا گیا۔ ساز و سامان کو مال غنیمت بنالیا گیا، اور صرف وہی سامان جو وہ اونٹوں پر لاد سکے، لے جانے کی اجازت دی گئی۔[31]

واضح رہے کہ حضرت سعدؓ کا فیصلہ یقیناً ان کی غلطیوں اور معاہدہ کی خلاف ورزی کے عین مطابق تھا۔ اسی وجہ سے اس فیصلے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت سعد سے فرمایا کہ بے شک تو نے اللہ تعالی کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔[32]

اعتراض نمبر (۹) اشاعتِ اسلام بزورِ شمشیر

مستشرقین نے حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اشاعتِ اسلام بزورِ شمشیر کی ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد یہ تھی کہ مکہ میں اسلام بہت کم پھیلا اور مدینہ میں آنے کے بعد جب جنگیں شروع ہوئیں تو خوب اسلام پھیلنے لگا۔ گویا کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا ہے۔ چنانچہ ٹارانڈرائے لکھتے ہے کہ:

"محمد نے غزوہ بدر کے بعد طاقت کے استعمال کا قانون وضع کیا اور پھر تلوار کے ذریعے ہی اسلام کی تبلیغ ہوتی رہی"[33]

مذکورہ اعتراض کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ:

مستشرقین کا یہ اعتراض انتہائی کمزور اور عقل سے بالاتر ہے، اس کے نقلی اور عقلی جوابات یہ ہیں:

نقلی جواب:

اللہ تعالی نے خود قرآنِ مقدس میں کئی جگہ اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اے محمد ﷺ آپ ان کو اسلام لانے پر مجبور کرنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ درج ذیل آیات ملاحظہ فرمائیں:

١. ﴿مَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾[34]

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ! آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، آپ صرف قرآن کے ذریعے اس شخص کو نصیحت کیجئے جو میری وعید سے ڈرتا ہے

۲. {فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ (٢١) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ }[۳۵]

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ! آپ نصیحت کیجئے آپ صرف نصیحت کرنے والے ہی ہیں، آپ ان پر نگران نہیں ہیں۔

۳. {لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ }[۳۶]

ترجمہ: دین (کو قبول کرنے) میں کوئی جبر نہیں۔ بے شک ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔

عقلی جواب:

یہ بات ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے، نہ کہ زبان سے۔ اگر آدمی کسی کو ایمان لانے پر مجبور بھی کرلے اور زبان سے کلمہ پڑھ لے تو کیا فائدہ؟ جبکہ اس کا دل کفر سے آلودہ ہو۔ نیز تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں آپ ﷺ نے کسی مرد یا عورت کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو۔ جتنی بھی جنگیں ہوئی دفاعی یا اقدامی حالت کے پیشِ نظر۔ ان کا مقصد اسلام کی بلندی تو ضرور تھی، لیکن کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کرنا قطعاً مقصود نہ تھا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مکہ میں اسلام کم پھیلا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت اسلام کی ابتداء تھی، لوگوں کے لیے چونکہ یہ نیا دین تھا اس لیے قبول کرنا ذرا مشکل معلوم ہو رہا تھا، لیکن جب اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہوئی اور فتوحات شروع ہوئی تو عرب و عجم پر اسلام کی حقانیت کھل گئی۔ جس کی بناء پر اسلام قبول کرنا آسان ہو گیا۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سیرت النبی ﷺ سے متعلق مستشرین کے تمام اعتراضات بالکل سطحی ہیں جو کہ صرف تعنت اور ضد پر مبنی ہیں، اس ضد کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ بنو اسماعیل میں سے تھے اور یہود و مستشرقین نبوت کو صرف بنی اسرائیل کی وراثت سمجھتے ہیں، نیز ان کی نظر میں آپ ﷺ کی ذات کو عیب دار کرنے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ جب اصل اور ماوی و مرجع ہی قابل اعتبار نہ رہے گا تو دین اسلام بھی بے اعتبار ہو جائے گا، اس لیے حقائق سے سرف نظر کرتے ہوئے عبارات کو توڑ مروڑ کر اپنے باطل دعووں کو ثابت کرنے کیلئے مستشرقین نے ہر ممکن کوشش کی ہے تاہم یہ حضرات اپنی ان کوششوں میں روز اول سے ناکام ثابت ہو چکے ہیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کو باری تعالی نے وہ عزت دی ہے کہ جس کا مقابلہ کرنا بنی نوع انسان کی بساط سے باہر ہے، ارشاد باری تعالی ہے کہ:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (٤)[۳۷]

ترجمہ: (اے نبی ﷺ) اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے

حوالہ جات

۱سورۃ المائدہ۔۸۲:۵

Al Maida. 5:82

۲ڈاکٹر محمد حافظ زبیر، اسلام اور مستشرقین، صفحہ نمبر ۱۱۴، مکتبہ رحمۃ اللعالمین، نذیر پارک غازی روڈ، لاہور۔

Dr. Hafiz M. Zubair, Islam and Orientalists. Page: 114, Maktabah Rahmat-ullil-Aalamin, Nazeer Park Ghazi Road ,Lahore.

۳سیرت رسول اور مستشرقین۔ پروفیسر غلام احمد حریری۔ آرٹیکل۔ محدث فورم۔

Seerat-e-Rasool and Orientalists. Prof. Ghulam Ahmed Hariri.Article.Muhaddis foarm.

https://forum.mohaddis.com/threads/%D8%B3%DB%8C%D8%B1%D8%AA%D9%90D8%B1%D8%B3%D9%88%D9%84-%EF%B7%BA-%D8%A7%D9%88%D8%B1-%D9%85%D8%B3%D8%AA%D8%B4%D8%B1%D9%82%DB%8C%D9%86.1055/

۴ڈاکٹر محمد حافظ زبیر، اسلام اور مستشرقین، صفحہ نمبر 123، مکتبہ رحمۃ اللعالمین، نذیر پارک غازی روڈ، لاہور۔

Dr. Hafiz M. Zubair, Islam and Orientalists. Page: 123, Maktabah Rahmat-ullil-Aalamin, Nazeer Park Ghazi Road ,Lahore.

۵السیوطی، جلال الدین۔ جامع الاحادیث، مراسیل ابن جبیر۔(۴۰/۳۶۱)، مکتبۃ الحلوانی۔

Al-Sayyuti, Jalal-ud-Deen. Jamiul Ahadith, Maraseel Ibn-e-Jubair 40:361.Maktaba Al-Hulwani.

۶سورۃ المائدہ۔۵:33

Al Maida. 5:33

۷عثمانی، مفتی محمد تقی۔ آسان ترجمہ قرآن، صفحہ نمبر ۲۴۸، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

Usmani, Mufti Muhammad Taqi.Asan Tarjuma Quran, Page: 248, Maktaba Ma,ariful Quran, Karachi.

۸السیوطی، جلال الدین۔ جامع الاحادیث، مراسیل ابن جبیر۔(۴۰/۳۶۱)، مکتبۃ الحلوانی۔

Al-Sayyuti, Jalal-ud-Deen. Jamiul Ahadith, Maraseel Ibn-e-Jubair 40:361.Maktaba Al-Hulwani.

۹ عباسی، ڈاکٹر عبدالحمید۔ ریسرچ آرٹیکل بعنوان سیرت النبی ﷺ اور مستشرقین، صفحہ نمبر ۲۲۵، مجلہ معارف اسلامی، جلد ۱۹، شمارہ نمبر ۲، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۰

Abbasi, Dr.Abdul Hameed.Research article on the topic of Seerat-e-Rasool and Orientalists, Page: 225, Ma,arif e Islami Journal V: 19, July to Dec 2022.

۱۰ البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث نمبر ۷، جلد اول۔ مکتبۃ البشری کراچی۔

Bukhari, Muhammad Bin Ismail.Sahih Bukhari. Book Badul Wahi, Hadith no :7, Maktaba Al-Bushra, Karachi.

۱۱ سلیمانی، محمد احسان الحق۔ رسول مبین، صفحہ نمبر ۶۰۴۔ مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور۔

Sulaimani, Muhammad Ihsan ul Haq.Rasool e Mubeen, Page:604, Maqbool Academy, cerculer chock, Urdu Bazar, Lahore.

۱۲ استشراق اور مستشرقین، محمد حسن صانعی، ایران

Orientalism and Orientalists, Muhammad Hassan Sani,ee. Iran.

۱۳ دی ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۲۷۰

The Decline and told of the Roman Empire, Volume 5, Page 270.

۱۴ ازکریا ہاشم زکریا۔ المستشرقون والاسلام ص ۳۱۶

Zakaria, Hashim Zakaria. Al-Mustahirqun wal-Islam. p. 316

file:///C:/Users/Mufti%20Nisar%20Akhter/Downloads/%D8%A7%D9%84%D9%85%D8%B3%D8%AA%D8%B4%D8%B1%D9%82%D9%88%D9%86_%D9%88%D8%A7%D9%84%D8%A5%D8%B3%D9%84%D8%A7%D9%85_%D8%B2%D9%83%D8%B1%D9%8A%D8%A7.pdf

۱۵ البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب اول مابدی بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرویا الصالحہ، حدیث نمبر ۶۹۸۲، دار طوق النجاۃ۔ بیروت۔

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail. Sahih Al-Bukhari, Kitab Al-Tabeer, Chapter 1, Hadith No. 6982, Dartuq al-Najat. Beirut.

۱۶۔ العسقلانی۔ حافظ ابن حجر۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ جلد نمبر ۱۲، صفحہ نمبر ۳۵۹، الناشر: دار المعرفۃ - بیروت، ۱۳۷۹.

Al-Asqalani. Hafiz Ibn Hajar. Fath-ul-Bari Sharh Sahih al-Bukhari, Volume : 12, Page : 359, Al-Maktaba: Dar Al-Marifa - Beirut, 1379.

۱۷ الازہری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ۔ ضیاء النبی ﷺ۔ (۳۸۵/۷)، مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور۔

Al-Azhari, Justice Pir Muhammad Karam Shah. Zia-ul-Nabi (7/385), Maktaba Zia-ul-Qur'an Publications, Ganj Baksh Road, Lahore.

۱۸الازہری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ۔ ضیاء النبی ﷺ۔(۷/۴۰۳)، مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور۔

Al-Azhari, Justice Pir Muhammad Karam Shah. Zia-ul-Nabi (7/403), Maktaba Zia-ul-Qur'an Publications, Ganj Baksh Road, Lahore.

۱۹القرشي الدمشقي، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسیر ابن کثیر، (۱/۵۷۴) الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع۔ بیروت۔

Al-Qurashi Al-Damashqi, Abu al-Fada Ismail bin Umar bin Kathir, Tafseer Ibn Kaseer, (1/574) Publisher: Dar Tayyaba, Beirut.

۲۰سورۃ البقرہ 2 :217

Al-Baqara, 2:217

۲۱عثمانی، مفتی محمد تقی۔ آسان ترجمہ قرآن، صفحہ نمبر ۲۴۸، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

Usmani, Mufti Muhammad Taqi.Asan Tarjuma Quran, Page: 248, Maktaba Ma,ariful Quran, Karachi.

۲۲ عباسی، ڈاکٹر عبدالحمید۔ ریسرچ آرٹیکل بعنوان سیرت النبی ﷺ اور مستشرقین، صفحہ نمبر ۲۲۹، مجلہ معارف اسلامی، جلد ۱۹ ، شمارہ نمبر ۲، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۰

Abbasi, Dr.Abdul Hameed.Research article on the topic of Seerat-e-Rasool and Orientalists, Page: 229, Ma,arif e Islami Journal V: 19, July to Dec 2022.

۲۳ الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد۔ المعجم الأوسط (۱/۱۷۸)، دار الحرمین، قاہرہ، مصر۔

Al-Tabarani, Abul Qasim Sulaiman bin Ahmad. Al-Mu'jam-ul-Awsat (1/178), Dar-ul-Haramain, Cairo, Egypt.

۲۴الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن۔ سنن الدارمی۔ باب فی اهل الجنة ونعيمها۔(۲/۴۳۱) ناشر: دار الكتاب العربي۔ بیروت۔

Al-Darmi, Abdullah bin Abd ul-Rahman. Sunan Al-Darmi. Chapter on Ahlul-Jannah and Na'imha. (2/431) Publisher: Darul-Kitab Al-Arabi – Beirut.

۲۵العثمانی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد۔ تفسیر عثمانی (۳/۱۴۱)۔ دار الاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان۔

Al-Umani, Shaikh-ul-Islam Allama Shabir Ahmad. Tafsir Usmani (3/141). Darul- Asha'at, Urdu bazar, MA Jinnah Road, Karachi, Pakistan.

۲۶الازہری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ۔ ضیاء النبی ﷺ۔ (۷/۵۵۶)، مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور۔

Al-Azhari, Justice Pir Muhammad Karam Shah. Zia-ul-Nabi (7/556), Maktaba Zia-ul-Qur'an Publications, Ganj Baksh Road, Lahore.

۲۷سورۃ الحج، 39:22

Al-Hajj, 22: 39

۲۸کاندھلوی، محمد ادریس۔ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ (۲/۱۵۵-۱۵۹)، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

Kandhalvi, Muhammad Idrees. Seerat Al-Mustafa (2/155-159), Maktaba Umar Farooq, Shah Faisal Colony, Karachi.

۲۹اعظمی، عبد المصطفیٰ۔ سیرت مصطفیٰ، صفحہ نمبر ۲۴۵۔ ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی۔

Azmi, Abdul Mustafa. Sirat-e-Mustafa, Page No. 245. Publisher : Maktaba Al Madinah, Karachi.

۳۰کاندھلوی، محمد ادریس۔ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ (۲/۲۳۸-۲۳۹)، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

Kandhalvi, Muhammad Idrees. Seerat Al-Mustafa (2/238-239), Maktaba Umar Farooq, Shah Faisal Colony, Karachi.

۳۱کاندھلوی، محمد ادریس۔ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ (۲/۲۸۴-۲۸۵)، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

Kandhalvi, Muhammad Idrees. Seerat Al-Mustafa (2/284-285), Maktaba Umar Farooq, Shah Faisal Colony, Karachi.

۳۲کاندھلوی، محمد ادریس۔ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ (۲/۲۸۷)، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

Kandhalvi, Muhammad Idrees. Seerat Al-Mustafa (2/287), Maktaba Umar Farooq, Shah Faisal Colony, Karachi.

۳۳الازہری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ۔ ضیاء النبی ﷺ۔ (۷/۵۶۳)، مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور۔

Al-Azhari, Justice Pir Muhammad Karam Shah. Zia-ul-Nabi (7/563), Maktaba Zia-ul-Qur'an Publications, Ganj Baksh Road, Lahore.

۳۴سورۃ ق، 45: 50

Surah Qaf 50: 45

۳۵سورۃ الغاشیہ، 88 :21

Al-Ghashia 88:21

۳۶سورۃ البقرہ، 2:256

Al-Baqarah , 2:256

۳۷سورۃ الانشراح،94 :4

Al-Inshirah, 94: 4.